تاثرات

کہا ہیں نے اقبالؔ کو جانتے ہو ؟
تو بولے یہ ہنس کر کہ جی! جانتے ہیں ا

ولی بھی ، رند بھی ، شاعر بھی ، کیا نہیں اقبالؔ ؟
حساب ہے کوئی کمبخت کے کمالوں کا
لوگ بدنام محبت کہتے ہیں اقبال کو
غازۂ رخسارِ شہرت جس کی رسوائی ہوئی
آگ سی قوم کے سینے میں بھڑک اٹھتی ہے
ایک دل میں ہو اگر تازہ تمنا پیدا
مرے نالے تو ایسے تھے کہ پتھر بھی پگھل جاتے
الٰہی! تیری دنیا میں کوئی درد آشنا بھی ہے
رہتا ہوں اقبالؔ! گھر کی چار دیواری میں بند
کچھ سمجھ کر اہلِ عالم سے کھچا جاتا ہوں میں

اقبالؔ کی نہ پوچھ تلوّن مزاجیاں
میخانے میں کبھی ہے کبھی خانقاہ میں

مندرجہ بالا تمام اشعار اقبال کی ابتدائی زمانے کی ان غزلوں کے ہیں، جن کو اقبال نے رَد کر دیا تھا مگر ان سے ایک تو نوجوان شاعر کی شوخ طبعی کا اندازہ ہوتا ہے، دوسرے اس کرب و اضطراب کا جس نے شاعر کے سینے میں ہلچل مچا رکھی تھی، پھر ان مشکلات کا جو دعوت کے اس منصبِ جلیلہ کے راستے

میں حائل تھیں جس پر اقبال کو فائز کیا جا رہا تھا۔ انھی کیفیات کو بھانپ کر لسان العصر حضرت اکبر الہ آبادی نے ۲۴ جنوری ۱۹۱۴ کو کہہ دیا تھا کہ :

"ڈاکٹر اقبال صاحب بلحاظ جملہ حالات کے اس وقت اس حلقے میں آیاتِ الٰہی میں سے ہیں۔"

یہ دَور گزر گیا اور آخر وہ وقت آیا جب اس فلسفی، شاعر اور مفکر نے حقیقت کی ترجمانی کر کے سوئی ہوئی قوم کو بیداری کا پیغام دیا اور دنیا سے منوا لیا کہ :

در دیدۂ معنی نگہاں حضرت اقبال
پیغمبری کرد و پیمبر نتواں گفت

یہ سال اسی عہد ساز قومی بلکہ بین الاقوامی شخصیت کے اوصاف و کمال کے اعتراف کے لیے وقف ہے۔ بے شمار کتابیں لکھی جا رہی ہیں جو شائع ہو کر ہمارے ادب میں گراں بہا اضافہ کریں گی۔ "المعارف" بھی اگست اور ستمبر کے پرچے ملا کر اقبال کے صد سالہ جشن ولادت کے موقع پر ایک خاص نمبر شائع کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ یہ ہمارے محدود ذرائع اور وسائل کے مطابق ایک ایسی پیش کش ہو گی جو ہر لحاظ سے حضرت علامہ کے شایانِ شان ہو گی۔ مضمون نگار حضرات جلد توجہ فرمائیں۔

یہ حق تو سب کو حاصل ہے کہ وہ اقبال کے متعلق تحقیق کرے، گمنام گوشوں میں جھانکے اور ان پہلوؤں کو روشنی میں لائے جن پر تاریکی کے پردے پڑے ہوتے ہیں۔ مگر یہ خیال رہے کہ اس حق کا غلط استعمال نہ ہو۔ تحقیق کی بنیاد حقائق پر ہونی چاہیے۔ ورنہ ذاتی مفروضوں اور قیاس آرائیوں سے غلط روایات جڑ پکڑ جائیں گی جن سے اقبال کے ساتھ تو زیادتی ہو گی ہی، خود ہماری قومی تاریخ کے ساتھ بھی ناانصافی ہو گی۔

ہمارا مقصود و منتہا انھی کیفیات کی بازآفرینی ہے جو شاعر پر گزری تھیں اور اسی پیغام کو عملی جامہ پہنانا ہے جو حکیم نے نوازنے ہمیں دیا۔

محمد عبداللہ قریشی۔